جہیز کی شرعی حیثیت

The legal status of dowery

نوشین بی بی[i] ڈاکٹر عطاء الرحمان[ii]

Abstract

The religion of Islam has a practiceable code of life as its teaching are in accordance with human nature. The scholar of Islam have categorized the teachings of Islam on the basis of priority. These are called the the objectives of Sharia. They are the need, utilities and luxuries.

The objectives encircles all the beliefs actions and requirements that a common Muslim is required to adopt.

The issue of dowery which has been taken a worse developed shape and is not less than a social evil.

In this article the dowery has been discussed to explore its legal status and the impacts what so ever in a scholary manner.

***Key Words**: Objectives, Human nature, utilities*

اسلام دین فطرت اور آسانیاں پیدا کرنے والا مذہب ہے۔اس نے فطری تقاضوں کے پورا کرنے کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔اس نے جہاں بندگی کا طریقہ بتایا وہاں عائلی اور سماجی زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے۔لیکن بدقسمتی سے آج اسلام کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد نے غلط رسومات ورواجوں کو اپنا کر اپنی زندگی کو انتہائی مشکل بنادیا ہے جس کی وجہ سے امن وسکون، انسانیت، الفت ومحبت، رواداری اور بھائی چارگی کی لازوال دولت رخصت ہوتی جارہی ہے اور معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔آج مسلم سماج کو متاثر کرنے میں جہیز کا سب سے بڑا دخل ہے جسے اسلامی روایات کا حصہ بنایا گیا ہے حالانکہ اسلام روز اول سے ہی غلط رسومات کا خاتمہ چاہتا ہے تاکہ زندگی آسان اور سادہ ہو، مناسب ہوگا کہ پہلے اس لفظ کا مفہوم بیان کیا جائے اور پھر اس کی شرعی حیثیت واضح کی جائے۔

---

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

جہیز کا مفہوم

جہیز عربی زبان کا لفظ ہے جو جہاز سے ماخوذ ہے جس کا اطلاق اس ساز و سامان پر ہوتا ہے جس کی مسافر کو دوران سفر یا دلہن کو نئے گھر بسانے یا میت کو قبر تک پہنچانے کے لیے ضرورت ہوتی ہے اسی سے تجھیز الغازی (مجاہد کو تیار کرنا) بھی ہے۔[1]

امام راغب جہیز کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الجهاز ما يعد من متاع وغيره "جہاز اس سامان وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو کسی کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور تجہیز کا معنی ہے اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا[2]۔"

اس مادہ سے جھزیجھز تجھیزاً (باب تفعیل) بھی عموماً مستعمل ہے جس کے معنی ہیں سامان تیار کرنا ، مہیا کرنا۔ خواہ کسی مسافر کے لیے ہو یا کسی دلہن کے لیے۔ قران مجید میں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے قصہ میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے:

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ[3] "اور جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔"

فقہ السنہ میں جہیز کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الجهاز هو الاثاث الذي تعده الزوجة هي وأهلها ليكون معها في البيت، إذا دخل بها الزوج[4]"
جہیز وہ سامان ہیں جسے عورت خود اور اس کے ورثاء تیار کرتے ہیں تاکہ وہ بیاہ کر خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس کے ساتھ ہو۔"

جہیز کی شرعی حیثیت

واضح رہے کہ شریعت نے بنیادی طور پر خواتین کی کفالت کی ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے قران مجید میں ارشاد باری ہے:

الرِّجالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلى بَعْضٍ [5] "مرد عورتوں پر مسلط و حاکم ہیں اس لئے کہ خدا نے ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی دی ہے۔ "

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حق مہر کا مسئلہ ہو یا گھریلو ضروریات در پیش ہوں یا نان و نفقہ کی ذمہ داری ہو یہ تمام شرعی طور پر شوہر کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے قران مجید نے نفقہ کا حکم بہت ہی وضاحت اور صراحت کے ساتھ دیا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[6] "اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہو گا۔"

پھر فقہاء کرام کتبِ فقہ میں اس نفقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها والأصل في ذلك قوله تعالى: لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ [7] "بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ اس کا خرچہ شوہر پر واجب ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ کر کے اس کے گھر منتقل ہو جائے اس خرچہ میں اس کی خوراک، لباس اور رہائش داخل ہے اور اس حکم کی بنیاد اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ "

لہٰذا ایک مکان میں رہنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی ہے اور کھانے، پینے اور سونے کے لیے جن اشیاء کا استعمال لانا ضروری ہے وہ بھی شوہر کی ذمہ داری ہے لیکن عام طور پر یہ ذمہ داری مرد کے بجائے عورت پر جہیز کی صورت میں ڈالی گئی ہے۔

مروجہ جہیز کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ والدین کا اپنی بیٹی کو کچھ سازوسامان یا نقد روپیہ وغیرہ خود اپنی رضا سے بلا مطالبہ دینا۔ دوسری صورت یہ کہ لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی کے والدین یا سرپرستوں سے جہیز (خواہ سامان کی شکل میں ہو یا جائیداد اور نقدی وغیرہ کی شکل میں) کا مطالبہ کرنا یا جہیز کو شادی کی بنیادی شرط سمجھنا۔ اسلام میں جو صورت ناجائز اور حرام ہے اس کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے اپنے یا کسی صحابیؓ کے نکاح پر کبھی بھی ایسے شرائط عائد نہیں کئے، آپؐ کا ارشاد ہے:

"جس نے کوئی ایسی شرط طے کی جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں خواہ ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہو[8]۔"

چونکہ سنت رسولؐ میں کہیں بھی جہیز کی شرط نظر نہیں آتی، اس لیے یہ باطل شرط ہے۔ لہٰذا شرعی نقطہ نگاہ سے نکاح میں اصل اور قابل اعتبار چیز دینداری ہے نہ کہ مال واسباب۔ اس پاکیزہ رشتہ کو تجارت کا درجہ دے کر ذریعہ آمدن بنالینا جائز نہیں، تمام کتب حدیث میں کتاب النکاح کے تحت ایسی بہت سی روایات ہیں جن میں نبی کریمؐ نے مال واسباب اور دولت وثروت کے حصول کے طمع میں نکاح کرنا نہ صرف ناپسند بلکہ منع بھی فرمایا ہے۔ مثلاً حدیث نبویؐ ہے:

لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسَى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تَزَوَّجُوهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ، فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ، وَلَكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ "عورتوں کے ساتھ ان کے حسن وجمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو شاید حسن ہی ان کو تباہ کر دے اور نہ ہی محض ان کے اموال کے لالچ میں ان سے نکاح کرو شاید مال ہی ان کو شرارت میں ڈال دے البتہ تم دین کو دیکھ کر ان سے شادی کرو[9]۔"

دوسری حدیث میں آتا ہے:

تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَجَمَالِهَا وَحَسَبِهَا وَدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ[10]

"حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا عموماً چار وجہ سے عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسن وجمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے، اے ابوھریرہؓ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو دین والی عورت کے ساتھ نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔"

قائلین جواز کے استدلال کا تحقیقی جائزہ

بعض لوگ جہیز کی اس رسم کو اسلامی تعلیمات کے تقاضے کے طور پر قرار دے رہے ہیں اور اس کے جواز میں ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت فاطمہ کی جہیز کا ذکر آیا ہے جیسا کہ امام نسائی اپنی سنن میں باب جِهَازُ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ وَقِرْبَةٍ وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ[11] "حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو ایک سفید اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی، بطور جہیز دیا تھا۔"

علاوہ ازیں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَهُ فَاطِمَةَ بَعَثَ مَعَهُ بِخَمِيلَةٍ وَوِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَرَحَيَيْنِ وَسِقَاءٍ وَجَرَّتَيْنِ[12] "جب نبی کریمؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح کیا تو ایک چادر، ایک اذخر گھاس بھرا تکیہ، ایک چکی اور دو مٹکے کے ساتھ روانہ کیا۔"

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتَى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَهُمَا فِي خَمِيلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيلُ الْقَطِيفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ إِذْخِرًا وَقِرْبَةٍ[13] "حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ (علیؓ) اور فاطمہؓ ایک سفید اونی چادر لیے ہوئے تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے یہ چادر، ایک اذخر گھاس بھرا تکیہ اور ایک مشکیزہ انہیں بطور جہیز عنایت کیا تھا۔"

لیکن مذکورہ تمام روایات کا کوئی تعلق مروجہ جہیز سے نہیں ہے۔ جہیز کا لفظ اگر کہی احادیث میں مستعمل ہوا ہے تو وہ صرف دو موقعوں کے لیے استعمال ہوا ہے ایک غازی کے لیے اس کو میدان کارزار میں کام آنے والی اشیاء مثلاً خود، زرہ اور اسلحہ وغیرہ مہیا کر کے تیار کرنا اور دوسرا دلہن کو شب زفاف کے لیے تیار کر کے اس کے عمدہ لباس وغیرہ سے آراستہ کر کے دولہا کے پاس بھیجنا۔ چنانچہ اسی دوسری معنی کے لحاظ سے احادیث میں تین خواتین کا ذکر آتا ہے۔ ایک حضرت صفیہؓ کا دوسرا حضرت ام حبیبہؓ کا اور تیسرا فاطمہؓ کا۔ حضرت صفیہؓ کو جنگ خیبر میں واپسی پر نبی کریمؐ نے آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا چنانچہ مختلف کتب حدیث میں ان کے نکاح کے حوالے سے یہی الفاظ مذکور ہیں:

جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ[14] "حضرت ام سلیمؓ نے حضرت صفیہ کو تیار کیا اور ان کو شب باشی کے لیے نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔"

اس روایت کو امام نسائی نے باب البناء فی السفر میں ذکر کیا ہے[15] بناء کا لفظ شب باشی کے لیے استعمال ہوتا ہے امام نسائی کی اس تبویب اور اس کے تحت اس روایت کو درج کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جھز کے معنی دلہن سازی کے ہے نہ کہ سامان جہیز کے۔

دوسرا واقعہ ام حبیبہؓ کا ہے جسے جہیز کو سنت قرار دینے والے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس روایت میں آتا ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ وَإِنَّهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، زَوَّجَهَا إِيَّاهُ النَّجَاشِيُّ وَمَهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ، ثُمَّ جَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهِ، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ، وَجِهَازُهَا كُلُّهُ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، وَلَمْ يُرْسِلْ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ

"رسول اللہؐ نے ام حبیبہؓ سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا جبکہ آپ حبشہ میں تھیں تو نجاشی نے آپؐ کا ام حبیبہؓ سے نکاح کروایا اور انہیں چار ہزار درہم بطور مہر دیا پھر اپنی طرف سے ہی ام حبیبہؓ کو جہیز دیا اور انہیں شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ اللہ کے رسولؐ کے پاس بھیج دیا۔ ام حبیبہؓ کے جہیز کا کل سامان نجاشی کی طرف سے تھا جبکہ اللہ کے رسول نے ام حبیبہؓ کے پاس کوئی چیز نہ بھیجی تھی[16]۔"

مذکورہ روایت سے ثابت ہوا کہ جب ام حبیبہؓ نے نجاشی سے ملنے والا سامان نبی کریمؐ کے سامنے پیش کیا تو آپؐ نے اس پر خاموشی اختیار کی جس سے جہیز کی کسی حد تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ تاہم

اس کے باجود اس کی نوعیت موجودہ رسمِ جہیز سے سراسر مختلف تھی۔ لہٰذا اسے موجودہ رسم جہیز پر قیاس کرنا درست نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر بغیر مطالبہ کے کوئی جہیز دے تو اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ علاوہ ازیں نجاشی نے اس شادی میں چونکہ اللہ کے رسولؐ کی رضامندی معلوم ہونے کے بعد آپؐ کے وکیل کا کردار ادا کیا تھا اور آپؐ کے وکیل ہونے کی حیثیت سے مہر بھی اپنے پاس سے ادا کیا لہٰذا اُس نے جہیز کا سامان بھی خود دیا۔ نبی کریمؐ نے اپنی دیگر شادیوں میں تو خود ہی یہ ذمہ داری ادا کی تھی جب کہ اس شادی میں چونکہ ام حبیبہؓ مدینہ سے دور حبشہ میں تھیں اس لیے آپؐ نے نجاشی کو اپنی اس شادی میں وکیل بنالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہر، جہیز اور دیگر لوازمات خاوند کے ذمہ ہیں عورت کے ذمہ نہیں۔ اس لیے خاوند اس ذمہ داری کو خواہ خود پورا کرے یا اپنے وکیل کو یہ اختیارات دے دے، دونوں درست ہے۔

تیسرا واقعہ حضرت فاطمہؓ کو جہیز دینے کا ہے جس سے بھی عام طور پر جہیز کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن اس واقعے پر غور وخوض کر کے اس روایت کے مختلف طرق کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا تعلق بھی مروجہ رسم جہیز نہیں تھا۔ کیونکہ جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو والدین کی جانب سے لڑکی کو شادی کے وقت دیا جائے اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کو جہیز کے وقت جو سامان دیا گیا تھا وہ حضرت علیؓ کی رقم سے خریدے گئے تھے جس کی مختصر تفصیل صحیح ابن حبان میں اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت علیؓ حضرت فاطمہ کے لیے نکاح کا پیغام لے کر بارگاہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مہر کے لیے کچھ نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا سامان ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ ایک زرہ اور ایک گھوڑا۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا جہاد میں کام آنے والی چیز ہے اسے اپنے پاس رکھو، اور زرہ بیچنے کا حکم دیا۔ جس کو علیؓ نے چار سو اسی (۴۸۰) درہم پر بیچ دیا اور پوری رقم نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک مٹھی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو دیتے

ہوئے حکم فرمایا کہ اس سے حضرت فاطمہ کے لیے خوشبو اور بناؤ سنگھار کے سامان کا انتظام کرے۔[17]

اس روایت میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو سامان دیا گیا تھا وہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں دیا تھا بلکہ زوجین کی وقتی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رقم سے اس کا انتظام فرمایا تھا اور کیوں نہ فرماتے جب کہ آپ ﷺ ہی دونوں طرف سے مربی اور بچپن سے پرورش کرتے چلے آتے تھے۔

ہاں البتہ بعض روایتوں میں جہیز کی نسبت آپؐ کی طرف ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا تو یہ صرف اس امر کی وجہ سے آپ کی طرف نسبت کر دی گئی یا یہ کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے ولی ہونے کی حیثیت سے دیا تھا، اِس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب نیا گھر بسانے کا اِرادہ کیا تو آپ نے اُن کے سرپرست ہونے کی ذمے داری پوری کرتے ہوئے کچھ ضروری سامان فراہم کر دیا۔

لہٰذا جہیز کے متعلق جتنی روایات منقول ہیں ان سے یہ کہی ثابت نہیں ہوتا کہ جہیز آپؐ کی سنت ہو یا آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا۔ اگر آپؐ حضرت فاطمہؓ کو دیتے تو پھر آپؐ تمام بیٹیوں کو دیتے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اولاد کو عطیہ دینے میں مساوات کو پیش نظر رکھو[18]۔ ایک صحابی نعمان بن بشیرؓ اپنے ایک بیٹے کو عطیہ دینے کے سلسلے میں گواہ بنانے حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: کیا ساری اولاد کو اسی طرح کے عطیات دے رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اولاد کے بارے میں انصاف سے کام لو[19]۔ نبی کریمؐ کی اور بھی تین صاحبزادیاں تھیں۔ زینب، رقیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ اگر مروجہ جہیز کا کوئی تصور ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بقیہ بیٹیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرماتے۔ البتہ یہ بات معتبر کتب احادیث میں موجود ہے کہ نبی کریمؐ نے اپنی تیسری بیٹی زینبؓ کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کیا اور اس نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو ایک قیمتی ہار بطور تحفہ عطا کیا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"جب مکہ والوں نے (جنگ بدر) کے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ بنت رسول اللہؐ نے بھی اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع (جو حالت کفر میں قیدی کر لیے گئے تھے) فدیے کے لیے کچھ مال اور ایک ہار بھیجا جو حضرت خدیجہؓ نے زینبؓ کی شادی کے موقع پر انہیں عطا کیا تھا[20]۔"

اس واقعہ سے کم از کم اتنا جواز ضرور مہیا ہوتا ہے کہ نکاح کے پر مسرت موقع پر والدین اگر بطور تحفہ اپنی بیٹی کو کچھ دینا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح کتب سیرت اور احادیث میں آپؐ کے نکاح، رخصتی اور بعض ولیمے کی متعدد تفصیل مذکور ہیں اور راویوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ ہر خبر کو بیان کیا ہے لیکن کسی روایت میں یہ درج نہیں کہ فلاں بیوی یہ سامان لے کر تشریف لائیں اور نہ بعد میں ان کے والدین نے بھجوایا۔ ان میں اکثر بیویاں ایسی تھی جن کے والد نہایت مالدار اور متمول لوگوں میں تھے ان کی مالی حیثیت کافی اچھی تھی۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ خوشحال تھے تنگدست اور غریب نہیں تھے۔ جائیدا اور زمین کے مالک تھے لیکن اپنی لاڈلی بیٹی حضرت عائشہؓ کی شادی میں ایک چارپائی اور ڈول بستر تک نہیں دیا۔ اسی طرح دیگر ازواج مطہرات کے نکاح کے موقع پر کہی بھی کسی چیز کے لانے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ اس کا ذکر ضرور ہے کہ کہ آپؐ نے نکاح کے موقع پر گھریلوں سامان کا انتظام خود کیا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح اور جو چیزیں میں اور بیویوں کو دیا ہوں تم کو بھی دوں گا، چنانچہ ام سلمہؓ کو دو چکی، دو گھوڑھے اور ایک تکیہ جن کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا[21]۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو کسی نکاح میں کوئی بھی چیز بطور جہیز نہیں ملا۔ پس جہیز کا نہ لینا سنت ہے اور نہ دینا سنت ہے۔

جہیز کے قبائح

یہ ثابت ہوا کہ مروجہ جہیز کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس کا ثبوت کتاب اللہ میں ہے اور نہ کتاب السنۃ میں۔ لہٰذا شروع سے آخر تک یہ ایسے امور پر مشتمل ہیں جو ناجائز اور ممنوع ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

1. جہیز یا کسی رقم کا مطالبہ کرنا خواہ اس کی مقدار متعین کی گئی ہو یا نہیں رشوت کے حکم میں ہے۔ اگر جہیز دینے والے کے مقاصد پر نگاہ ڈالا جائے تو اس پر بھی رشوت کا مفہوم صادق آتا ہے کیونکہ بحر الرائق میں رشوت کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

الرِّشْوَةُ بِكَسْرِ الرَّاءِ مَا يُعْطِيهِ الشَّخْصُ لِلْحَاكِمِ وَغَيْرِهِ لِيَحْكُمَ لَهُ أَوْ يَحْمِلَهُ عَلَى مَا يُرِيدُ "رشوت یہ ہے کہ انسان حاکم یا غیر حاکم کو اپنے حق میں فیصلہ کرنے کے لیے یا اپنی منشا کے مطابق اسے آمادہ کرنے کے لیے کچھ دے[22]۔"

یہی مقصد جہیز دینے والے کا بھی ہوتا ہے کہ اس کا داماد اور اس کے گھر والے ہمارے اخلاقی دباؤ میں رہے۔ اسی لیے وہ نکاح کبھی بھی بابرکت نہیں ہو سکتا جو ایسے عمل پر مشتمل ہو جس پر اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے خود لعنت بھیجی ہو۔ رشوت کے بارے میں نبی کریمؐ کا ارشاد ہے رشوت دینے اور لینے والا دونوں پر اللہ کی لعنت ہے[23]۔

2. عورت کا اپنے نکاح کے بدلے مال وغیرہ دینا بھی شریعت کے نزد حرام ہے۔ بحر الرائق میں نکاح کے عوض مال لینے کے حوالے سے مذکور ہے:

جَعَلَتْ الْمَالَ عَلَى نَفْسِهَا عِوَضًا عَنْ النِّكَاحِ وَفِي النِّكَاحِ الْعِوَضُ لَا يَكُونُ عَلَى الْمَرْأَةِ "یعنی عورت اپنے نکاح کے عوض جو مال دے وہ باطل ہے اس لیے کہ نکاح میں عوض عورت پر نہیں ہے (بلکہ مرد پر مہر کی صورت میں ہے)۔ "

لہٰذا اگر یہ مال عورت خود دے یا اس کے گھر والے تمام صورتیں اس میں شامل ہو گی اور جہیز بھی ایک قسم کا مطالبہ ہوتا ہے جسے لڑکی والے مجبوراً ادا کر کے طرح طرح کی تکالیف کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک متفق الیہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص لوگوں سے بغیر استحقاق کے مانگے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی گوشت نہ ہو گا۔"

3. مروجہ جہیز میں اسراف و تبذیر کی ناروا صورت بھی پائی جاتی ہے جو اسلام کے مزاج کے خلاف ہے قران کریم میں اسراف کے حوالے سے آتا ہے:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ[24] "اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔"

حالانکہ اسلام نے نکاح کو بہت سادہ اور آسان بنادیا ہے نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً[25] "جس نکاح میں جتنے کم اخراجات ہوں وہ اتنا ہی بابرکت نکاح ہے۔"

آجکل مسلمانوں نے اس کو غیر اسلامی رسومات اور خرافات کے ذریعے اتنا مشکل بنا دیا ہے کہ ان رسومات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے لوگ بڑے قرضے لے کر اپنی بیٹی کی جہیز بنا دیتے ہیں جس کے ادا کرنے سے بعد میں والدین قاصر رہتے ہیں۔

4. اسی طرح نکاح مرد و عورت کے فطری جنسی جذبات کی تسکین کا جائز طریقہ ہی نہیں بلکہ عبادت بھی ہے اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی عورت شوہر کے بغیر رہے یا کوئی مرد عورت کے بغیر۔ یہی وجہ ہے کہ بیواؤں کی شادی کی ہمت افزائی کی گئی ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيامى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبادِكُمْ [26] "اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو"

اسی طرح حدیث نبوی ہے:

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزوں کی پابندی کرے کیونکہ یہ روزے اس کے لیے گناہوں سے ڈھال بن جائیں گے[27]۔"

کیونکہ نکاح ایک ایسا فعل ہے جو انسان کو ہر برے افعال اور گناہ کبیرہ سے محفوظ رکھتا ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس عظیم ترین سنت کی تکمیل میں جہیز کے نام سے ایک بہت بڑی روکاوٹ ڈال دی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف غریب اور متوسط طبقے کو بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ دولت مند طبقہ بھی اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لیے اس سے پریشان ہیں۔

خلاصہ بحث

مروجہ جہیز کی شکل، رسم، بدعت، خلاف سنت، رشوت اور دیگر ناجائز امور کا سبب ہے اسلامی نقطہ نظر سے یہ نہ صرف غلط طریقہ بلکہ ناجائز اور حرام ہے۔ شرعی لحاظ سے بیوی کے جملہ جائز ضروریات اور اخراجات کا ذمہ دار شوہر ہے لیکن اگر والدین اپنی اولاد کو بطور ہدیہ اور صلہ رحمی کی بناء پر کچھ ضروری سامان دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ لیکن مروجہ جہیز کا جس طرح پر تکلف طور پر اہتمام کیا جاتا ہے اس کا کوئی جواز شریعت میں نہیں ہے۔ نبی کریمؐ کی جانب سے حضرت فاطمہؓ کو نکاح کے وقت دیئے جانے والے سامان کو اکثر لوگ مروجہ جہیز کی رسم کا جواز

بتاتے ہیں حالانکہ کتب سیرت اور تاریخ میں آپؐ سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اپنی دیگر صاجزادیوں کو شادی کے موقع پر سامان دینے کی روایت مذکور نہیں ہے آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جو سامان دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ علیؓ چھوٹی عمر سے ہی آپؐ کے زیر کفالت تھے تو اس اعتبار سے آپؐ نے بطور سرپرست کچھ ضروری سامان کا بندوبست کر لیا۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب ۵: ۳۲۵، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ

2 راغب، ابو القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القران ۱: ۲۰۹ دار القلم، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

3 سورۃ یوسف ۱۲: ۵۹

4 سید السابق، فقہ السنہ ۲: ۱۶۷، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء

5 سورۃ النساء ۴: ۳۴

6 سورۃ البقرہ ۴: ۲۳۳

7 ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر عبد الجلیل المرغینانی، الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی ۲: ۲۸۵ ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان (س۔ن)

8 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث (۴۵۶) دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

9 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، حدیث (۱۸۵۹) ، دار احیاء الکتب العربیہ (س۔ن)

10 صحیح البخاری، حدیث (۵۰۹۰)

11 نسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، سنن الصغریٰ ، حدیث (۳۳۸۴)، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

12 احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، مسند احمد، حدیث (۸۱۸)، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء

13 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، حدیث (۴۱۵۲) دار احیاء الکتب العربیہ (س۔ن)

14 مسلم، ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، حدیث (۱۳۶۵) دار احیاء التراث العربی بیروت (س۔ن)

15 نسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، سنن الصغری، حدیث (۳۳۸۰) مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

16 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث (۲۷۴۰۸)

17 ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، صحیح ابن حبان ۱۵: ۳۹۴، حدیث (۶۹۴۴) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

18 صحیح البخاری ۳: ۱۵۷

19 البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، سنن الکبری، حدیث(۱۱۹۹۴) دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، ۱۴۲۴ھ /۲۰۰۳ء

20 ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت النبویہ لابن ہشام ۱: ۶۵۳، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ۱۳۷۵ھ /۱۹۵۵ء

21 مسند احمد ۴۴: ۱۵۰، حدیث(۲۶۵۲۹)

22 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۶: ۱۹۹، دارالکتاب الاسلامی (س۔ن)

23 مسند احمد ۱۱: ۸۷، حدیث(۶۵۳۲)

24 سورۃ الاسراء ۱۷: ۲۷

25 مسند امام احمد بن حنبل، ۴۱: ۷۵، حدیث(۲۴۵۲۹)

26 سورۃ النور ۲۴: ۳۲

27 صحیح البخاری، حدیث(۴۵۶)